© rasailojaraid.com



# علامہ غلام احمد قادری کی وفات!

افسوس! کہ سابق ریاست بہاول پور کے معروف اہلِ علم مولانا غلام محمد گھوٹوی کے دوسرے صاحب زادے علامہ غلام احمد قادری بھی ۱۹ر جنوری ۲۰۰۵ء کی رات دُنیا سے سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ قادری صاحب کے بلند کردار اور سوزِ دروں کا اندازہ لگانے کے لیے ان کے والدِ گرامی کی علمی اور عملی زندگی پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔

مرحوم مولانا غلام محمد گھوٹوی نے ایک بھرپور علمی اور روحانی زندگی بسر کرنے کے بعد ۱۲ر مارچ ۱۹۴۸ء میں وفات پائی، وہ بہاول پور کی اسلامی درس گاہ جامعہ عباسیہ کے پہلے شیخ الجامعہ (پرنسپل) تھے۔ اس درس گاہ کا نصابِ تعلیم اپنی معاصر اسلامی درسگاہوں سے بہتر تھا۔ مثلاً عربی مدارس میں عام طور پر عربی ادب کی کتاب مقاماتِ حریری پڑھائی جاتی ہے، لیکن جامعہ عباسیہ میں مقاماتِ حریری کی بجائے المبرد کی معروف کتاب 'الکامل' کے بعض حصے پڑھائے جاتے تھے۔ یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ 'الکامل' کے سامنے 'مقاماتِ حریری' کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایسے ہی انگریزی زبان بھی پڑھائی جاتی تھی، چنانچہ بعض اساتذہ کرام انگریزی بھی خوب جانتے تھے۔ اگر بہاول پور ریاست ون یونٹ (مغربی پاکستان) کا لقمہ نہ بنتی تو مرحوم حسن محمود اور ان کے ساتھی جامعہ عباسیہ کو ایک جدید مثالی یونیورسٹی بنانے میں کامیاب ہو جاتے۔ مولانا گھوٹوی کے ساتھ ساتھ بہاول پور کے چند دوسرے بلند پایہ اہلِ علم مثلاً مولانا عبیداللہ (وفات ۱۲ر فروری ۱۹۶۷ء)، مفتی محمد صادق (وفات ۴ر اکتوبر ۱۹۶۴ء) اور مولانا احمد علی (علامہ رحمت اللہ ارشد کے والد) بھی جامعہ عباسیہ میں رونق بزم تھے۔ مولانا موصوف ایک متحرک شخصیت کے مالک تھے۔ ایک طرف وہ سید مہر علی شاہؒ سے بیعت تھے، دوسری طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



انہیں نظری طور پر ملک کے سیاسی، اجتماعی مسائل سے بھی دل چسپی تھی۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے ۱۹۳۸ء میں مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے خط و کتابت بھی کی۔ جس میں اُنہوں نے مولانا مدنی کی طرف منسوب چند اخباری بیانات کی صحت کے بارے میں مولانا سے استفسار کیا تھا۔ (۱)

یہ ٹھیک ہے کہ علامہ غلام احمد علم و فضل میں وہ مقام نہیں رکھتے تھے جو ان کے والد گرامی کو علمائے حق اور اہلِ صفا کے حلقوں میں حاصل تھا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے مرحوم دوست (علامہ غلام احمد قادری) بھی اہلِ وفا میں سے تھے۔ اپنی ذاتی شرافت، بلند نظری، سوزِ دروں اور دوست نوازی میں اپنے والد مرحوم کے جانشین تھے۔

وہ ۱۹۴۹ء-۱۹۵۰ء میں جامعہ کی آخری کلاس (علامہ ثالثہ .B.A) میں پڑھتے تھے اور خاکسار علامہ ثانیہ (ایف۔اے) میں۔ ہمارے قادری صاحب کو خدا نے لحنِ داؤدی سے بھی نوازا تھا۔ جب وہ کوئی گیت یا غزل پڑھتے تو فضا جھوم جھوم اُٹھتی۔ وہ سرِ شام جامعہ عباسیہ کے ہوسٹل میں آتے اور موڈ میں ہوتے تو غالب، میر یا کوئی فلمی گانا سناتے تو سننے والے ایک نئی

(۱) مولانا غلام محمد نے اپنے ایک مکتوبِ گرامی میں لکھا:

''مولانا حسین احمد صاحب، دام مجدکم، السلام علیکم!

تصدیعۂ خدمت ہے کہ اخباروں میں آپ کی طرف یہ فقرہ منسوب کیا گیا ہے کہ قوم مذہب سے نہیں بلکہ ملک سے بنتی ہے۔ کیا یہ انتساب صحیح ہے؟ اس فقرہ کا کیا معنی ہے؟... آپ اگر جواب عطا فرمائیں تو صاف صاف اور مختصر لکھیں۔''

[محلّہ گنج، مہر منزل، غلام محمد عفی عنہ، بہاولپور، ۲۳ر جنوری ۱۹۳۸ء]

جواب میں مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مولانا غلام محمدؒ کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ فرماتے ہوئے کلکتہ یا دہلی کے بعض اخباروں: الامان، وحدت، انقلاب، الہلال، آزاد، کلکتہ کے پروپیگنڈے کو ''افتراٰت کا طوفان'' قرار دیا۔ یہاں اس بات کا ذکر دل چسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مولانا غلام محمد گھوٹوی ایک بار ابوالکلام آزاد سے ملنے لاہور تشریف لے گئے جہاں وہ ایک اجتماع میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ آپ نے ابوالکلام آزاد سے کہا: ''میں آپ سے ملنے کے لیے بہاول پور سے آیا ہوں اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر قیامت کے روز خدا نے آپ سے پوچھ لیا کہ ''ہم نے تمہیں قرآن مجید کا علم عطا کیا تھا، تم نے اپنی تفسیر ''ترجمان القرآن'' کو مکمل کیوں نہیں کیا؟'' ابوالکلام نے یہ سوال سُن کر چند لمحوں کے بعد کہا: ''میں ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے فریضہ سے آگاہ کیا۔'' ترجمان القرآن ہی کے سلسلہ میں ابوالکلام نے ایک خط میں لکھا تھا: ''جہاں تک ترجمان حصہ سوم کا تعلق ہے، فی الواقع اس کی جانب سے تغافل نہیں ہوا۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ سیاسی زندگی کی آلودگیوں کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام یکسوئی کے ساتھ انجام نہیں پا سکتا۔'' (ابوالکلام، کلکتہ، ۱۱-۰۸-۳۸) یہ واقعہ مجھے مرحوم مولانا محمد صادق نے بیان کیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دنیا میں پہنچ جاتے۔ اگر ان پُرکیف لمحوں میں کبھی ان کے بڑے بھائی مولانا چشتیؒ آ جاتے تو وہ (قادری صاحب) ازرہِ ادب خاموش ہو جاتے۔ ایک دفعہ وہ چند دوستوں کے ساتھ اپنے والد کی قبر پر گئے تو بے اختیار ''آندھیاں غم کی یوں چلیں کہ باغ اجڑ کے رہ گیا'' ترنم سے پڑھا، خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رُلایا۔

قادری صاحب جامعہ عباسیہ سے فارغ ہونے کے بعد صادق ہائی سکول (بہاولپور) میں عربی کے استاذ مقرر ہوئے۔ خاکسار جامعہ عباسیہ سے فارغ ہو کر کئی ہفتے ان کے مکان پر رہا۔ پھر انہی دنوں بہاول پور شہر میں عباسیہ ہائی اسکول میں جگہ مل گئی جہاں نویں اور دسویں کلاس کو عربی پڑھاتا رہا۔ جب تک بہاول پور شہر میں رہا۔ قادری صاحب سے ہفتہ میں کم از کم دو دفعہ تو ملاقات ہوتی۔ وہ برابر لطف و کرم سے نوازتے۔ موڈ میں ہوتے تو کوئی غزل یا گیت سناتے۔ مرحوم حسن محمود کی حکومت نے اعلیٰ تعلیم کے لیے جن آدمیوں کو مارچ ۱۹۵۳ء میں قاہرہ بھجوایا، اُن میں یہ 'غریبِ شہر' بھی تھا۔ عباسیہ ہائی سکول کے اساتذہ نے مارچ ۱۹۵۳ء میں ایک الوداعی پارٹی دی اور عبدالحق شوق نے اپنا کلام سنایا:

ہر ایک جلوۂ رنگیں حجابِ فطرت میں نکھر رہا ہے تیرے اوج و ارتقا کے لیے
تلاش شاہد علم و ادب رشید کو ہے دیارِ غیر میں پھرتا ہے آشنا کے لیے

جب ۱۹۶۹ء میں واپس پاکستان آیا تو ان سے ملنے بہاول پور جاتا۔ اور ہم دونوں مرحوم مولانا عبدالحمید رضوانی کی خدمت میں حاضری دیتے اور ان سے خوب بحث ہوتی۔ وہ مرحوم کو استاذ زادہ کے نام سے خطاب کرتے۔ ادھر ڈیڑھ سال قبل بہاول پور گیا اور اپنے ایک پرانے دوست حافظ محمد کریم کے ہمراہ محلّہ گنج میں ان سے ملنے گیا تو انہیں دیکھ کر دل سہم سا گیا۔ وہ سخت بیمار تھے، اور اپنی بیماری (فالج) کے سلسلہ میں لاہور کے بعض ڈاکٹرز سے برابر مشورہ لیتے رہے، لیکن وہ صحت یاب نہ ہو سکے اور وہ گزشتہ ۱۹ رجنوری کو اپنے خالق سے جا ملے اور جاتے ہوئے پیغام دے گئے کہ بساطِ حیات پر کب تک پاؤں پھیلائے بیٹھے رہو گے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



انشاء جی اُٹھو اب کوچ کرو، اس شہر میں جی کا لگانا کیا؟
شب بیتی، چاند بھی ڈوب چلا، زنجیر پڑی دروازے پر
انشاء جی اُٹھو اب کوچ کرو، اس شہر میں جی کا لگانا کیا

خاکسار اُن کے اہلِ خانہ خاص طور پر ان کے بیٹے بریگیڈیئر عبدالقیوم صاحب سے اس کے سوا کیا کہہ سکتا ہے: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا انہیں اپنے عظیم والد اور دادا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق فرمائے۔ آمین!

© rasailojaraid.com